اجڑے چمن کو لیکے وہ سجاد ناتواں
گردن میں بھاری طوق تھا ہاتھو میں بیڑیاں
گر گر کے اٹھ رہا تھا وہ بیمار سارباں
بندھے رسن میں ہاتھ تھے بے پردہ بیبیاں

زین العبا نے وقت وہ کیسے گذارا تھا
اعدا نے جب کے شہ کا بھرا گھر اجاڑا تھا

پیدل چلے وہ جاتے تھے شبیر کے پسر
تھی گرم ریت کانٹے بچھائے تھے راہ پر
ظلم و ستم کی گردشیں تھی موڑ موڑ پر
رکتے تو درّے مارتے تھے ہائے بد سیر

کچھ سوچ کر یوں راہ میں روتے امام ہیں
شاید نظر میں آپ کے بازار شام ہیں

آئے مدینہ روتے ہوئے شاہ ذی وقار
ویران گھر کو دیکھ کے دل کو نہ تھا قرار
کہتے تھے دل کو تھام کے آنکھیں تھی اشک بار
کس جرم کی سزا کہ لئیے ہم تھے سازوار

پردیس میں یوں لٹ گئے بے یار ہو گئے
در در کی کھا کے ٹھوکرے لاچار ہو گئے

پھر شہ نے روتے روتے سنایا جو دل کا حال
گلشن ہووا تھا زہرا کا کس طرح پائے مال
دربار میں یزید کے ہم سب تھے بے نڈھال
چبتا تھا دل میں دیکھ کے بنت علی کا حال

امت کا میں امام تھا ، بے کس غریب تھا
کس کو بلاتا ہائے نہ کوئی رقیب تھا

اصغر کو کوئی روتی تھی اکبر کا تھا الم
عباس کی جدائی تھی بابا کا دل میں غم
اک بچی کو تو قید میں ہی کھو چوکے ہیں ہم
پردیس میں یوں لٹ گئے سب کچھ ہووا ختم

در چھین گئے سکینہ کے ، میں کچھ نہ کر سکا
آنکھو کے آگے خیمہ جلے، کچھ نہ کر سکا

نانا سے جو کیا تھا وہ وعدہ نبھا دیا
بابا نے راہ رب میں بھرا گھر لٹا دیا
ہر ظلم شاہ دین نے ہنس کر اٹھا لیا
جلتی زمیں پہ آخری سجدہ بجا دیا

وہ ظلم ہو رہا تھا کہ ، دنیا الٹ گئی
جب زیر تیغ گردن شبیر کٹ گئی

سر نیزو پہ شہیدو کہ لاشے تھے بے کفن
دل غم سے پھٹ رہا تھا تھے اشکو سے پر نین
دربار میں یزید کے آئے یوں خستہ تن
زینب کا سر کھلا تھا بندھے ہاتھ از رسن

کیوں کر نبی کی ال پہ یوں ظلم دھاتے ہیں
بازار میں یتیمو کو در در پھراتے ہیں

سیف الھدی کہ لب سے جو سنتے ہے یہ بیاں
کرب و بلا میں کیسی قیامت ہوئی عیاں
آنکھو سے اشک ہوتے ہے مثل مطر رواں
ذکر حسین سے ہے یہ دعوت جو پر بہاں

داعی ہے یہ حسین کے سیف الھدی ہمام
باقی تو رکھنا شاہ کو سدا باری ذو انتقام